# نیکی و بدی؟

از

(میر ولایت علی صاحب حیدرآباد دکن)

ہر کس نہ شناسندۂ راز است و گرنہ     اینہا ہمہ راز است کہ معلوم عوام است

دنیا میں جتنے کام ہو رہے ہیں وہ تمام کام صرف نیکی یا صرف بدی ہی نہیں ہیں۔ بلکہ بہت سے کام نیکی یا بدی کے صرف مقدمات ہیں۔ اور کچھ ایسے بھی ہیں کہ ان کا صحیح استعمال نیکی اور غلط استعمال بدی کا مقدمہ بن جاتا ہے۔ نیکی و بدی کی ایک سیدھی سادی تعریف یہ ہے کہ :۔

"ہر وہ کام جو قیام امن و ترقی کے لئے ہے وہ نیکی ہے اور ہر وہ کام جس سے امن میں خلل پڑے یا ارتقائے انسانیت میں رکاوٹ ہو وہ بدی ہے۔"

مثلاً امانت، دیانت، احسان و امداد وغیرہ بالذات نیکی ہیں اور قتل، چوری، دغابازی، حرام کاری وغیرہ بالذات بدی ہیں۔ مقدمات و متعلقات کی تعریف یہ ہے کہ وہ کام جو اگرچہ بذات خود امن افزا ہوں نہ امن سوز مگر بالآخر ان کا انجام امن یا خلل ہو۔ شریعت کی زبان میں انھیں حلال۔ حرام، مباح مکروہ، جائز، ناجائز، واجب و نفل وغیرہ کہا جاتا ہے۔ صاحبانِ شریعت کی نگاہ بڑی دور رس ہوتی ہے اس لئے ان کاموں کو جو نیکی پر منتج ہونے والے ہوتے ہیں۔ لازم قرار دیتے ہیں اور جو کام نقصان کی طرف لے جانے والے ہوتے ہیں ان سے منع کر دیتے ہیں، گو وہ بذاتہٖ اچھے یا بُرے نہیں ہوتے۔ مثلاً عقائد، نماز، روزہ، حج وغیرہ۔ انسان کو نیک بنانے کے ذرائع ہیں اس لئے یہ لازم قرار دئے گئے ہیں۔ اور بدکاروں سے میل جول، بدکرداروں کی صحبت، ظالموں سے دوستی، غیر محرموں سے ہنسی دل لگی شراب، جوا، ناچ، رنگ، گانا بجانا وغیرہ بدی کی طرف لے جانے والے اسباب ہیں اس لئے ان سے منع کیا گیا ہے۔ وضاحتِ مفہوم کے لئے چند مثالیں درج ذیل ہیں۔

(۱) "نماز" یعنے کسی خاص طرف منہ کرنا اور کسی مخصوص طریقہ پر خدا کو یاد کرنا۔ یہ کام فی نفسہ نیکی نہیں ہے بلکہ نیکی پر پہنچانے کا ذریعہ ہے۔ خود واضع نے اس کا مقصد واضح کر دیا ہے کہ "نماز بے حیائی اور نفاق وغیرہ بُرے کاموں سے روکتی ہے۔" اور اس کی وضاحت بھی کر دی گئی ہے کہ اگر نماز سے مقصدِ نماز پورا نہ ہو یتیموں و مسکینوں سے ہمدردی کے جذبات اُجاگر نہ ہوں تو ایسی نمازیں محض ایک دکھاوا ہیں۔ یہ اللہ کی عبادت نہیں بلکہ آبائی رسم کی عادت ہے۔ ایسے نمازیوں کے لئے ویل مقدر ہے۔ بجائے فلاح پانے کے اُلٹے نقصان پاتے ہیں۔ دیکھ لیجئے کہ دنیا میں ایسا ہی ہو رہا ہے کہ نہیں؟

(۲) "روزہ" ایک مخصوص طریقہ کا فاقہ۔ اس سے محض بھوک کی تکلیف دینا مقصود نہیں ہے بلکہ جسمانیت میں مست رہنے والے انسان کی توجہ روح کی طرف پھیر کر جذبات ہمدردی و اعانت کی تربیت کرنا ہے۔ اسی لئے اس کو لازم قرار دیتے ہوئے "لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ" فرمایا گیا ہے پس روزہ بھی کسی نیکی کی تیاری ہے۔ اگر روزہ دار مقصد روزہ کو پورا نہ کرے تو ظاہر ہے کہ وہ ایک ایسا فعل ہوگا جیسے کسی جانور کا منہ بند کر دیا جائے۔

(۳) "حج" مرکزی مقام پر سالانہ اجتماع کا نام ہے۔ ایک ہی مقام پر بہ یک وقت جمع ہو کر امیر جماعت کی ہدایات حاصل کرنا بے شمار فوائد کا حامل ہے۔ قیام کعبہ کی غرض ہی ھُدًی لِّلْعٰلَمِیْنَ کہی گئی اور اس سفر میں چند اصولوں کی عملی تعلیم (ٹریننگ) اور مختلف فوائد کے تذکرہ کے باوجود "خَیْرَ الزَّادِ التَّقْوٰی" بھی فرمایا گیا ہے۔ گویا اس چھوٹے سے سفر سے میل، ملاپ، محبت و ہمدردی کے جذبات کو بیدار کر کے آخرت کے بڑے سفر کے لئے توشہ تیار کرانا ہے۔ اگر اس سے رفتار زندگی درست اور عاقبت کا توشہ تیار نہ ہو یعنی حاجی سے پاجی پن نہ چھوٹے تو ایسا رسمی حج سوائے تضیع اوقات و نقصان رقم کے اور کیا ہے۔ (حج کی عملی تعلیم کی وضاحت مطلوب ہو تو میری کتاب اسلامی تعلیمات میں مضمون "تاثرات حج" ملاحظہ ہو جو ادارۂ علمیہ اعظم پورہ سے مل سکتی ہے)

(۴) "قربانی" بطریقہ مخصوص بہ تعین ایام ذبیحہ جانور کا نام ہے اس کا تذکرہ احکام حج کے ساتھ آیا ہے۔ اور صاف وصریح طور پر کہہ دیا گیا ہے کہ قربانی کا گوشت اور خون خدا کو نہیں پہنچتا اس کا مقصد

تو تمہارے اندر نیکی کے جذبات کو ابھارتا ہے۔ اگر کسی کام سے اس کا مقصد پورا نہ ہو تو وہ محض ایک فعل عبث ہے۔

(۵) "زکوٰۃ" یہ اسلامی سلطنت کا مخصوص ٹیکس ہے جو بیت المال یعنے خزانہ میں جمع کر کے فقراء و مساکین کی ضروریات اور سلطنت کے استحکام و تحفظ کے لئے صرف کیا جاتا ہے۔ یہ ظاہر ہے کہ حکومت امن و سلامتی کے تحفظ کا سب سے بڑا ذریعہ ہے اس لئے اس کا استحکام بھی شدید ترین ضرورت ہے اگر کوئی حکومت امن و سکون برقرار رکھنے کی صلاحیت کھو دے تو وہ بلا رو رعایت فوراً بدکاروں سے چھین کر نیکوں کے سپرد کر دی جاتی ہے۔ غرض نفس زکوٰۃ بھی جو انفرادی حیثیت کی حامل بن جائے فی نفسہ نیکی نہیں ہے[1]۔ بلکہ اجتماعی نیکی کا ذریعہ ہے۔ اس سے بھی اگر اجتماعی مفاد کا کام نہیں لیا گیا تو شیرازۂ قومی کی ابتری و پراگندگی روز روشن کی طرح عیاں ہے۔

(۶) "پردہ" تحفظ عصمت و عفت کا ذریعہ ہے۔ محض بے پردگی فی نفسہ کوئی بدی نہیں ہے ہر بے پردہ عورت کو بے عصمت نہیں کہا جا سکتا۔ ہزارہا بے پردہ عورتیں ایسی ہیں جو تحفظ عصمت کے ساتھ سماجی کاموں میں مردوں کا ہاتھ بٹا کر انسانیت کی ترقی کا موجب ہوتی ہیں۔ ان سے تو مردوں کو سبق لینا چاہیے کہ وہ صنفِ نازک ہو کر بھی صنفِ قوی کو کارزارِ حیات میں پیچھے ڈھکیل رہی ہیں۔

——— پردہ کا ایک دوسرا رخ یہ ہے کہ خاندان کے یا بزرگانہ سلسلہ کے بہت سے ایسے لوگوں کے سامنے پردہ کرایا جاتا ہے جن سے بے پردہ ہونا فقہاً جائز نہیں ہے۔ خرابی کی جڑ اکثر یہی ہوا کرتا ہے۔ ظاہر کچھ اور باطن کچھ کے منافقانہ افعال ہی بہت زیادہ خطرناک ہوتے ہیں۔ تیسری اور اہم ترین بات یہ ہے کہ رب العٰلمین نے عالم کی تمام عورتوں کو پردہ کرنے کا حکم ہی نہیں دیا ہے کیونکہ وہ جانتا ہے کہ یہ ناممکن العمل ہے دنیا اپنے اپنے رواج و مصالح پر چل رہی ہے۔ اس کے اسی طرح چلنے میں کوئی ہرج نہیں ہے اس میں خواہ مخواہ دو فریق بن کر اپنے رواج کو حلال اور دوسرے کے رواج کو حرام قرار دینا بزدلوں کا کام نہیں ہے۔ اس سے انھیں پرہیز کرنا چاہیے[2]۔

(۷) "ناچ رنگ گانا بجانا وغیرہ" یہ فی نفسہ بدی نہیں ہیں صرف کھیل تماشے اور محنت سے

---

[1] یہ تعبیر وضاحت طلب اور قابل غور ہے۔ [2] یہ تشریح بھی بحث طلب ہے۔ اس کے لئے دوسری محتاط تعبیریں اختیار کی جا سکتی ہیں۔
(ع)

تھکے ہوئے دماغوں کے لئے موجب تفریح ہیں۔ یہ افعال جب تک تفریح کے حدود میں رہیں درگزر کے لائق ہو سکتے ہیں مگر جب اپنے حدود سے آگے بڑھ کر سفلی جذبات کو بھڑکانے کا وسیلہ بن جاتے ہیں تو ان سے روکنا ضروری ہو جاتا ہے یہ خیال کہ قوت ارادی پر قابو رکھنے والے سمجھدار لوگ اس امتناع سے مستثنیٰ ہونے چاہئیں اس لئے درست نہیں ہو سکتا کہ ناواقف لوگ تو اپنے نفس کے خواہشات کی تکمیل کے لئے انہی بڑے لوگوں کے اعمال کو اپنے لئے نمونہ سمجھتے اور سند جواز حاصل کرتے ہیں۔ دیکھ لیجئے کہ محتاط بزرگوں نے مجالس نعت کو صرف اپنے لئے ایجاد کر کے کیسی کیسی سخت سے سخت پابندیاں عاید کی ہیں مگر آج اس کا کیا حشر ہو رہا ہے۔ ہر شیطان تھوڑی دیر کے لئے فرشتہ بن جاتا ہے۔ اس سے بڑھ کر تلبیس اور کیا ہو سکتی ہے کہ جلوت میں تسبیح و تقدیس کا مجسمہ نظر آئے اور خلوت میں وہ سب کچھ کرے جس پر خود اس کا ایمان آنسو بہائے۔

(۴) پتھر کی مورت کو کوکو لگانا۔ قبر پر صندل ملنا۔ علم پر گلاب چھڑکنا۔ تصویر پر پھول چڑھانا۔ وغیرہ وغیرہ فی نفسہٖ نیکی یا بدی نہیں ہیں۔ یہ کام ہو سکتا ہے کہ کسی اچھے تصور کے تحت رائج کئے گئے ہوں مگر ظاہر ہے کہ انسانوں کے مقرر کردہ سب طریقوں کا انجام خراب ہی ہوا کرتا ہے۔ عوام الناس ان ذرائع کو بالذات نیکی سمجھ کر مطمئن ہو جاتے ہیں کہ کچھ نیک کام تو کر لئے ہیں اور دوسرے واقعی نیک کاموں سے مجرمانہ چشم پوشی کر لیتے ہیں۔ نہیں بلکہ ان مفروضہ نیکیوں کو اپنے جرائم کا بدل بھی تصور کر لیتے ہیں نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ امت کی بہت بڑی اکثریت فرائض مذہبی سے بے پروا ہو کر مذہب ہی کے مقدس نام پر اپنے مفروضات کے لئے ایسی شدت پیدا کر لیتی ہے کہ فساد و خونریزی کے اکھاڑے بن جاتے ہیں۔ اب کون سمجھائے کہ فساد فی نفسہٖ بدی ہے اس سے بچو۔

مذکورۂ بالا چند امور کے رازہائے سربستہ کو اس لئے کھولا گیا ہے کہ انہی اصول پر تمام مسائل حیات کو جانچا جائے کہ نیکی اصالتاً کیا ہے جس کو بہر حال کرنا ہے۔ اور بدی اصالتاً کیا ہے جس کو بہر حال چھوڑنا ہے اور درمیانی کام کیا ہیں کہ انھیں وقتی اور ضمنی اعمال مان کر چشم پوشی کیا کریں اس سے فتنہ و فساد کے سارے دروازے بند ہو جائیں گے۔

اللہ پاک نے انسان کو اچھا جسم اور اچھا علم عطا فرمایا ہے مگر اس میں سب برابر نہیں ہیں تھوڑے تھوڑے فرق کے ساتھ اس کے ہزار ہا درجے قائم ہو سکتے ہیں۔ ہم باریکیوں میں الجھے بغیر اس کی دو موٹی موٹی قسمیں قرار دے سکتے ہیں۔ ایک صاحبانِ جسم اور دوسرے صاحبانِ علم قرآن نے حضرت طالوت کی فضیلت اس طرح بتلائی ہے کہ انھیں علم و جسم دونوں میں کشادگی بخشی گئی تھی اور حضرت آدم کی فضیلت اسماء یعنی حقائق اشیاء کی معرفت سے ظاہر فرمائی گئی ہے اور حضرت ذوالقرنین کو جب جسمانی طاقت کی ضرورت ہوئی تو انھوں نے قوم سے قوت اور محنت کا مطالبہ کیا اور اس سے سدِ سکندری قائم کر دی وغیرہ۔ پس آج بھی ان گذشتہ واقعات سے سبق لے کر صاحبانِ غور و فکر کا کام یہ ہے کہ وہ حقائق کی تحقیق و تلاش میں لگ جائیں کہ وہ ان کے مقام و منصب کے فرائض ہیں۔ اس سے نچلے کاموں کی طرف کوئی توجہ نہ دیں کہ یہ ان کے شایانِ شان نہیں۔ اسی طرح صاحبانِ جسم کا کام صرف یہ ہے کہ وہ ضروریاتِ زندگی کی تکمیل میں ہمہ تن مصروف رہیں۔ اچھی غذا پیدا کریں۔ اچھا لباس فراہم کریں۔ صحت و صفائی کا لحاظ رہے اور ہر وقت محبت و خلوص کے ساتھ ہمدردی و بھائی چارہ پیشِ نظر رہے کہ یہ ان کا صحیح مقام ہے ان دو گروہوں کے درمیان ایک ایسا گروہ بھی ہوتا ہے جو نہ محنت کے میدان میں پورا اترتا ہے اور نہ اسپِ فہم کی سواری کر سکتا ہے مگر اپنے کو اپنی سطح سے اونچا سمجھ کر اپنے ذاتی مفاد کے مدِ نظر دونوں طرف ہاتھ ملاتا ہے اور دونوں بہترین گروہوں کو اپنے اپنے مقامات سے ہٹا کر باہم متصادم کرا دیتا ہے جس سے کارِ جہاں خراب ہو جاتا ہے صاحبانِ فہم کا سب سے اہم فریضہ یہ ہے کہ نہ یہ خود کسی سے الجھیں نہ کسی کو الجھنے دیں۔ ہمیشہ صلح و مصالحت پیشِ نظر رہے کہ اسی کو عملِ صالح کہتے ہیں۔ نظریاتی دوڑ انسان کی فطری اور ضروری چیز ہے اس میں سب یکساں ہو نہیں سکتے اس میں کامیابی کا راز محض محبت و رشک ہے۔ حسد کسی طرح نہیں۔ پس اگر مذکورہ بالا طریقہ پر لوگ کاربند ہوں تو کیا عجب ہے کہ بگڑی بن جائے۔ میری دلی تمنا ہے کہ صاحبانِ فکر اپنے بڑے حوصلہ کے ساتھ سر جوڑ کر شیرازہ بندی کی طرف متوجہ ہوں۔ فروعات کو پیچھے ڈال کر اصولوں کو آگے بڑھائیں اور تمام زندگی کو حقیقی زندگی سے سرفراز کریں اور آنے والی نسل کے لئے نمونہ چھوڑ جائیں خدا سے دعا ہے کہ ایسا وقت جلد آئے۔